

تحریک، کارکن اور شعور

شیخ جاوید ایوب[○]

انقلابی تحریکوں کے لیے ان کے اصول و مبادی جہاں ان کو ایک پہچان مہیا کرتے ہیں، وہاں ان کا تحریکی شعور اور مزاج بھی ترقی و بفا کے لیے کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ تحریک کوئی بھی ہو، اگر اس سے وابستہ افراد اس تحریک کے رنگ میں نہ رنگ جائیں، اس تحریک کی فکر میں نہ ڈوب جائیں اور اگر اپنے مزاج کو اس تحریک کے مزاج سے ہم آہنگ نہ کر دیں، تو وہ تحریک اپنی انقلابی روح کھو دیتی ہے اور صرف افراد کا ایک مجموعہ بن کر رہ جاتی ہے۔ پھر تحریکی شعور و مزاج سے عاری افراد کی عادات و آطوار اس تحریک پر مسلط ہو کر اس کی سمت تبدیل کر دیتے ہیں۔

انقلاب برپا کرنے کے لیے انقلابی ذہنیت ایک لازمی بنیاد ہے۔ اگر تحریک اپنے افراد میں انقلابی ذہنیت کو اجاگر کرنے میں ناکام ہو جائے تو وہ ایک انقلابی تحریک کے منصب سے نیچے اتر آتی ہے۔ انقلابی سوچ افراد کی حریت فکر کو دبا کر پیدا نہیں کی جاسکتی۔ انقلابی سوچ افراد کو انہی تقلید پر آمادہ کر کے پیدا نہیں کی جاسکتی، بلکہ انقلابی ذہنیت ایک ایسی فضای میں پیدا ہوتی ہے، جہاں افراد کی 'تجربیاتی سوچ' (Critical Thinking) کی حس کو بیدار کیا جائے۔ جہاں تحریک افراد کا اور ان کے کام کا اختساب کر سکے اور جہاں افراد تحریک اور اس کے کام کا اختساب کر سکیں۔ 'تجربیاتی سوچ' کو دبانے کا کام ہر دور میں اس قوت نے انجام دیا ہے، جو پہلے سے موجود روایتی نظام (Status Quo) کو قائم رکھنے کے حق میں رہی ہے اور یہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ 'تجربیاتی فکر' سے ہی انقلاب کی راہ حللتی ہے۔ اس لیے انقلاب کو روکنے کے لیے 'تجربیاتی فکر' کو دبانا بہت ضروری بن جاتا ہے۔

تحریک کے ہر فرد کو اس بات کی تمیز رکھنا ہوگی کہ اس کا کردار کیا ہے؟ جب تک وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا، اپنی صلاحیتوں کو نہیں جانتا، وہ تحریک کے لیے صحیح کام نہیں کر سکتا۔ خود شناس افراد تحریک کا انشا شہوتے ہیں۔ جب جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی تو سب سے پہلے مولانا مودودیؒ نے ایک ایک رکن جماعت کو الگ الگ بلا کر اس سے دریافت کیا کہ وہ اپنے آپ کو جماعت میں کس کام کے لیے پیش کرتا ہے۔ کام کی نوعیت کے حساب سے اکاں جماعت کے الگ الگ گروپ بنائے گئے، تاکہ تخصصی (specialized) انداز میں تحریک کے کام کو انجام دیا جائے۔

اس کے برعکس ایک متزد [reluctant] کارکن تحریک کے لیے کار آمد نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس کی شخصیت میں ابہام اسے کام کرنے سے روکتا اور دوسروں کو مشک میں دھکیلتا ہے۔ اس کی شخصیت میں ابہام و صورتوں سے وجود میں آتا ہے۔ پہلی یہ کہ وہ خود شناس نہیں ہوتا، اس لیے تحریک شناس بھی نہیں ہوتا۔ دوسری یہ کہ غیر تحریکی فکر، شعور اور ماحول نے اس کے اندر گھر کر لیا ہوتا ہے۔ وہ (تحریک کے حوالے سے) غیر فکری اور غیر شعوری اثرات کو لے کر تحریک میں شامل ہوتا ہے۔ اگر تحریک اس کے ابہام کو دور کرنے میں ناکام ہو جائے تو وہاں پر تحریک کو اپنا اور اپنے تربیتی نظام کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ تحریک اپنے کارکنان کو مخدوم اور بے جان نہیں چھوڑ سکتی، بلکہ وہ انھیں حرکت دیتی ہے، نئی سوچ اور نئی فکر دیتی ہے، نئی زندگی اور بلند مقاصد سے آشنا کرتی ہے۔

تحریک اپنے افراد کی سوچ سے کٹ کر علاحدہ نہیں رہ سکتی۔ تحریک کو چاہیے کہ افراد کو اس ابہام سے آزاد کر دے کہ جب تک انقلابی قافلہ اپنے ہمراہیوں کو فکری آزادی نہیں دلاتا، وہ انقلاب پرور نہیں کھلا سکتا۔ حکومی اور آزادی کا مزاج ایک جیسا نہیں ہوتا۔ حکوم کوئی اس وقت بتتا ہے جب کوئی دوسرا حاکم بن جاتا ہے، یعنی کسی کے حاکم بننے سے کوئی حکوم بن جاتا ہے، مگر آزادی کا مزاج ایسا بالکل بھی نہیں۔ کوئی کسی اور کے آزاد ہونے سے آزاد نہیں بتتا اور نہ کسی اور کے آزاد کرنے سے آزاد بتتا ہے، بلکہ فکری آزادی خود کو آزاد کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک انقلابی تحریک اپنے کارکنان کو جو دکا درس نہیں دے سکتی، ان کی حرکت کو قید کر کے انھیں مخدوم نہیں بنائیں۔ ان کے دماغ پر گرفت کر کے انھیں مفلوج نہیں بنائیں۔ تحریک متحرك افراد سے ہی قائم رہتی ہے۔ ”تجزیاتی فکر“ کے ابھرنے سے تحریک میں حرکت جاری رہتی ہے اور اگر

اس تحریکی قلمرو کو کچل دیا جائے، تو تحریک ایک مخدود تنظیم یا روایتی قبیلے میں تبدیل ہو کے رہ جاتی ہے۔ بقولِ اقبال: ”سبق شاہین بجھوں کو دے رہا ہے خاک بازی کا“ — ایسا کہنا تحریک کے عین مقاصد کے خلاف بھی ہے اور حکمت کے بھی۔

ایک انقلابی تحریک کے لیے یہ بھی اشد ضروری ہے کہ اس کا تنظیمی و تحریکی ڈھانچا اور طریق کا رحریف کے تینی ڈھانچے اور اس کے طریق کا رے مختلف ہو۔ اگر یہاں بھی وہی کچھ ہو جو مدد مقابل کے ہاں ہے، تو پھر جو کچھ ہوگا، وہ محض ہاتھوں کی تبدیلی ہوگا، انقلابی یا جوہری تبدیلی نہیں پیدا ہو سکے گی۔ اس لیے تحریک کو چاہیے کہ حالات بھی بدليس اور ہاتھ بھی۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برپا کی گئی تحریک میں یہ بات ہمیں بدرجہ اتم دیکھنے کو ملتی ہے۔ حضور نے اپنی تحریک کو الگ بنیادوں پر رقمم کیا۔ وہاں کالے اور گورے کی تمیز نہیں رہتی، وہاں کوئی غلام اور کوئی آقانہیں رہتا، وہاں ایک ہی صفت میں محمود وایاز کھڑے ہو جاتے ہیں، وہاں انسانوں کی کھوئی ہوئی انسانیت کے بارے میں فکر مندی ہے، وہاں انسانیت کو بحال کرنے کی منصوبہ بندی ہے، وہاں حلال و حرام کے قیود ہیں، وہاں عبادات، ریاضت اور فقر کی ایک انوکھی ہم آہنگی کو پیدا کیا جاتا ہے، وہاں سوال پوچھ جاتے ہیں اور تین سوال بھی، لیکن حضور کسی کی تینی سے دل برداشت نہیں ہوتے بلکہ اطمینان سے سوالات سنتے ہیں اور جوابات دیتے ہیں، وہاں بدر کے فیصلہ کن معركے میں اخبار بن لجھو، حضور سے جانے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ حضور کا انتخاب کردہ مقام اللہ کا نازل کردہ ہے یا کہ یہ آپ کی ذاتی رائے ہے؟ وہاں فارس کے سامان وقت کے پیغمبر گو مدینہ منورہ کے بجاو اور دفاع کے لیے خندق کھونے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔

ایسی تحریک جہاں خلاف سے سوال کیا جا سکتا ہے، جہاں ایک چیٹی ناک والی عورت حضرت عمرؓ کے اجتہاد پر سوال کھڑا کر سکتی ہے، جہاں پیغمبر کوئی داروغہ نہیں بتا، جہاں شورائی نظام ہو اور جہاں احتساب عمل کا اصول واضح ہو۔ یہ سب کچھ اس لیے کیوں کہ یہ تحریک بینیادی طور پر تبدیلی چاہتی تھی۔ ایسی تبدیلی جس میں زندگی کے شعبہ جات ہی نہیں خود زندگی ہی بدل جائے۔

تحریک کے لیے ضروری ہے کہ وہ جن نعروں کو بلند کرتی ہو، جن اصولوں کی تبلیغ کرتی ہو، وہ تحریک کے اندر بھی عملاً موجود ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو تحریک کی دعوت موثر نہیں بن سکتی۔ کوئی بھی نظرہ

در اصل کچھ حروف کا مرکب ہوتا ہے۔ نفرہ حرکت دیتا ہے، عمل پر ابھارتا ہے اور تو اور تحریک کے عمل کی عکاسی کرتا ہے۔ اس لیے یہ حروف در اصل عمل اور خیال، یعنی آئینہ یا لوگی کو ظاہر کرتے ہے۔ عمل اگر خیال سے خالی رہ جائے تو قابل قبول نہیں۔ اگر خیال اور عمل میں مطابقت نہ ہو تو یہ رویہ منافقت میں شمار ہوتا ہے، اور انقلابی تحریکوں میں ایسے رویے کا گزرموت ہے۔ جمہوریت کا پرچار کرنے والے اگر لوگوں کی زبانوں کو بند کروادیں، اظہار راء پر پابندی لگادیں، قلموں پر زنجیریں گردادیں، حقوق سلب کر دیں، تو یہ کھلی منافقت کھلائے گی۔ اسی طرح نظام قسط و عدل کی علم بردار تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اندر یہ نظام عدل عملًا جاری و ساری ہو۔ اگر عدل و قسط ناپود ہو تو تحریک کا اس حالت میں منزل مقصود تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت بھی بہت ضروری ہے کہ تحریکوں سے وابستہ افراد کو عمل صحیح اور محض خام فعالیت (Activism) کے درمیان حساس فرق کو قائم رکھنا ہوگا اور یہ یاد رکھنا ہو گا کہ خام فعالیت سے انقلابات نہ آئے ہیں اور نہ آسکتے ہیں۔ انقلاب اگر آتا ہے تو عمل صحیح سے ہی آتا ہے۔ عمل صحیح یہ ہے کہ اگر انقلاب نہیں آتا ہے تو اس کے سباب کو تلاش کیا جائے، وجود کو ڈھونڈا جائے، تاکہ انھیں تلاش کر کے ان کے سدباب کی کوششیں کی جائیں۔ یہ کوششیں صرف تحریک کے قائدین کا خصوصی حق نہیں، بلکہ ہر کارکن اس کام کو انجام دے اور کوئی بھی اپنے ارکان کو اس حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہونا شروع ہو جائے تو یہ تحریک کا عروج نہیں بلکہ زوال ہو گا۔ اسی طرح کارکنوں کی سنبھیدہ سوچ ہی قائدین کو سنبھیدہ بنائیں گے۔ قائد کارکنان سے ہوتا ہے اور کارکن قائد سے۔ قائد کی سوچ کارکنان سے پرداں چڑھتی ہے اور کارکنوں کی قائد سے۔ اگر قائد کارکنان کے ساتھ مل کر نہیں سوچتے تو ان کی پالیسیاں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ کوئی بھی قائد، کارکنوں کی صلاحیتوں کو، ان کے شعور کو، ان کی فہم و فراست کو، ان کے علم و تجربے کو صرف اس بنا پر نظر انداز نہیں کر سکتا کہ وہ صرف ایک عام کارکن ہے، بلکہ وہ ہر فرد ہے ملت کے مقدار کا ستارہ کی صدائ کو اپنے شعور میں اتار کر ہر کارکن کی صلاحیتوں سے استفادہ کرے، ان کی بات کو سنے، ان کی تجاویز کو پر کھے، اور ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ اگر کارکن قربانیاں پیش کر سکتا ہے تو اس کی رائے کیوں نہیں وزن رکھ سکتی!
